اپنا احتساب آپ

(۱۹۸۳ء کے چہرے کے بدنما داغ)

اخذ و اقتباس از شائع افتخار احمد - ترتیب و تہذیب نعیم صدیقی

(۲)

ڈائریکٹر فرار ڈائریکٹر علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور کے گھر واقع گلبرگ سے جوا کھیلتے ہوئے سی آئی اے والوں نے ۱۷ افراد کو گرفتار کیا - ڈائریکٹر صاحب موقع پاکر فرار ہو گئے - ۸۴ ہزار ۲۹۷ روپے کی رقم جو داؤں میں لگائی گئی تھی، ضبط کر لی گئی اور تین کاروں اور سکوٹر کو قبضے میں لے لیا - اس اڈے کی فیس داخلہ ۱۰۰ روپے ماہوار تھی جس سے ۶ ہزار روپے ہر ماہ اکٹھے ہوتے تھے - گرفتار شدگان کو پولیس نے ضمانتوں پر رہا کر دیا -

(نوائے وقت اور تمام اخبارات - ۱۹ جولائی ۱۹۸۳ء)

خونِ حسینؓ فلم خونِ حسینؓ کی تیاری سے متعلق تمام اعلیٰ افسر برطرف کر دیے گئے ہیں کیونکہ بیرونِ ملک اس فلم کی نمائش سے پاکستان کے وقار کو نقصان پہنچا ہے -

(ارشاد وزیرِ ثقافت - مشرق مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۳ء)

واضح رہے کہ یہ فلم ۷۷-۱۹۷۶ء میں تیار کی گئی تھی - یہ فلم نیشنل فلم ڈویلپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ اور سٹیٹ اتھارٹی کے تعاون سے ...... تیار ہوئی تھی اور ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کی ایک تحقیقاتی ٹیم کی سفارش پر نیف ڈیک اور سٹیٹ فلم اتھارٹی کے سربراہ ملازمتوں سے برطرف کر دیے گئے تھے - نیف ڈیک کے منشور پر نظر ثانی کی گئی اور سٹیٹ فلم اتھارٹی

توڑ دی گئی تھی۔ اس فلم کی پروڈکشن اور دوسرے معاملات سے تعلق رکھنے والے کئی سینئر افسر بھی بے قاعدگیوں کے الزامات کے تحت برطرف کر دیئے گئے تھے۔[1]

وی، سی، آر کے کرشمے محلے کا کوئی ایک شخص اپنے گھر میں وی سی آر لگا کر وہاں سے محلے کے دس بارہ قریبی گھروں کے ٹیلی وژنوں کو مربوط کر لیتا ہے۔ پھر ایک ہی فلم بیک وقت کئی گھروں میں ماں باپ، بیٹے بیٹیاں اور بہوویں مل کر دیکھتے ہیں۔ مرکزی ٹیلی وژن والا شخص فلم کے دوران میں ازراہ مذاق حیا سوز اور عریاں "ٹوٹے" (فلمی ٹکڑوں کے لیے پنجابی اصطلاح) لگا دیتا ہے۔ یہ "ٹوٹے" بیٹی کی آنکھ سے باپ کی عظمت کو اور بہن کی آنکھ سے بھائی کے احترام کو ختم کر دیتے ہیں۔ مشاہدے میں ایسے گھرانے بھی آئے ہیں جہاں خاندان کے چھوٹے بڑے افراد سب مل کر عریاں فلمیں بڑے جوش و خروش اور اہتمام سے دیکھتے ہیں۔ والدین کی عدم موجودگی میں ایسے گھرانوں کے بیٹے بیٹیاں مرکزی شخص سے بلیو پرنٹ فلموں (جن میں نہایت عریاں اور وحشت کے ساتھ فعلِ بد کا سارا نقشہ دکھایا گیا ہو) کا تقاضا کرتے ہیں۔

(پشاور سے ایک دردمند کا خط۔ جسارت کراچی۔ ۴ اگست ۸۳ء)

فیشن شو سینٹ جوزف کالج صدر کراچی میں کل رات "فیشن شو" کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اہتمام نئی پرنسپل کے تقرر کے فوراً بعد ہوا (غالباً بطور استقبال کے! ن۔ ص)

فیشن شو میں مرد فن کار جاوید شیخ اور محمود مسعود کو بطور مہمان مدعو کیا گیا تھا جو نوجوان طالبات سے ہنسی مذاق کرتے رہے۔ بعض طالبات کی فرمائش پر جاوید شیخ سے رقص بھی

---

[1] معلوم نہیں کہ پھر ان افسروں کا کیا بنا۔ بعد میں تو یہ پالیسی نمایاں محسوس نہیں ہوئی کہ غلط کار افسروں کو احتساب میں جکڑا جائے، بلکہ بسا اوقات کئی دیدہ دلیر غلط کاروں کو عام معافی دے دی گئی ہے اور بعض کو پہلے سے بھی اعلیٰ مناصب پر لگا دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ متذکرہ افسروں کو بھی مراتب عالیہ کی طرف بڑھنے کا راستہ عفوِ عام کے ذریعے مل گیا ہو، مگر تفصیلی معلومات ہمارے سامنے نہیں ہیں یہ تو صرف ایک امکان کا بیان ہے جس کے لیے نظائر موجود ہیں (ن۔ ص)

کرایا گیا - ذرا اس "اسلامی" دور کی طالبات کے جذبات ملاحظہ کیجیے - ف - ص)

فیشن شو کے لیے بعض طالبات نے نیم عریاں مغربی لباس پہن رکھا تھا اور کالج کی پرنسپل نے انہیں اسٹیج پر آنے سے نہیں روکا - (آخر کونسی اور بلا ہے جو رکی ہوئی ہے، صرف اتنا کافی ہے کہ شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ دیا جائے - ف - ص) اور اپنے جسموں کی نمائش کرنے کے بعد وہ اسٹیج سے رخصت ہوئیں -

شام ۱/۲ ۶ بجے یہ محفل شروع ہوئی اور رات دس بجے تک جاری رہی - رقص و موسیقی کا سلسلہ بھی رات دس بجے تک جاری رہا - (سبحانے کتنا عظیم ثواب اس محفل شبانہ کا خدا کے ہاں شرکا اور ذمہ داروں کے نام درج ہوا ہوگا - ف - ص)

فیشن شو کے دوران میں مغربی موسیقی بھی سنائی گئی اور ملی دھنیں بجائی جاتی رہیں - درحقیقت فیشن شو کے نام پر کالج کی طالبات کو مغربی طرز کی نیم عریاں رکھنے والی پوشاکیں پہنائی گئیں (گویا بڑی ترقی نسواں ہوئی اور بڑا اسلامی کردار پیدا ہوا - ف - ص)

بن بلائے کئی مرد حضرات اس شو میں شریک ہو کر نظارہ بازی کرتے رہے -

(روزنامہ امن کراچی - ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۳ء)

ترکی رقص برہنہ	کراچی کے ہوٹلوں میں " ثقافتی شو" کے نام پر ترک لڑکیوں کا برہنہ رقص پیش

کیا گیا - کمشنر کراچی نے ڈپٹی کمشنر ساؤتھ کو ہدایت کی ہے کہ فیشن ایبل ہوٹلوں میں " ثقافتی شو" کے نام پر ہونے والی فحاشی کو رکوائیں - اور عریاں رقص پیش کرنے والوں اور اس کے ذمہ دار حضرات کے خلاف کارروائی کی جائے -

اطلاع کے مطابق ترک لڑکیاں برہنہ رقص پیش کرتی ہیں اور فحش لطیفے سناتی ہیں - پاکستان آرٹس[1] پروموٹرز نے ترکی سے ان فن کاروں کو اجرت پر منگوایا ہے - ان فنکاروں

---

[1] ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ ثقافتی شو اور آرٹ پروموشن کے اصلی معنی اور معیار کیا ہیں اور غور کیا کہ ایک اسلامی ملک کی طرف سے دوسری اسلامی ریاست کو کیسا ہدیۂ دوستی پیش کیا گیا ہے -

کی طرف سے ۲۴ راگست کو پیش کیا جانے والا پروگرام سب سے زیادہ قابلِ اعتراض تھا ابھی تک کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔

(رپورٹ روزنامہ امن کراچی - ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۳ء)

شادی ایک قانونی بدکاری ہے

مشہور ٹی وی ایکٹریس خالدہ ریاست نے ہیرلڈ کو جو انٹرویو دیا ہے اس میں اور بہت سی قابلِ اعتراض لغویات کے ساتھ یہ "فتویٰ" بھی جاری فرمایا ہے کہ شادی ایک لیگلائزڈ پروسٹی ٹیوشن (LEGALIRED PROSTITION) یعنی قانونی (بالعوذ باللہ "شرعی") بدکاری ہے۔ یعنی فی نفسہٖ تعلق زن وشو بدکاری تو ہے ہی، جیسے ہر حال میں رہتے رہنا ہے، لیکن نکاح کے ذریعے صرف اتنا فرق پڑتا ہے کہ وہ قانونی ہو جاتی ہے۔

بیچارے معذور سرکاری حکام

کراچی میں رقص وسرود کی محفلیں پھر سجنے لگی ہیں۔ سرکاری حکام نے پابندی لگانے سے معذوری ظاہر کر دی ہے (جی ہاں! پابندی تو صرف طلبہ کی یونینز پر لگانا ان کے بس میں ہے! ن رص) اس معذوری کے اعلان کے بعد شہر کے مختلف ہوٹلوں، کلبوں اور بازارِ حسن (یا بازارِ گناہ! ن رص) میں شامِ موسیقی کے علاوہ ثقافتی پروگراموں کی آڑ میں عصمت کے کاروبار کی تجدید بھی ہو رہی ہے۔

بتایا گیا ہے کہ ڈپٹی کمشنروں نے اپنے علاقوں کے ہوٹلوں اور کلبوں میں ناچ گانے اور "ڈسکو" پر پابندی عاید کر دی تھی، جب کہ بازارِ حسن کی طوائفوں نے مارشل لا حکام کو درخواستیں ارسال کی تھیں کہ ان کا آبائی پیشہ گانا بجانا ہے، اس لیے اس کی انہیں اجازت دی جائے۔ اس کے علاوہ انجمن موسیقارانِ کراچی نے بھی درخواست دی۔ مارشل لا حکام نے ان درخواستوں پر غور کرنے کے بعد انجمن موسیقارانِ کراچی کے سیکرٹری جنرل کو ایک خط کے ذریعے مطلع کیا کہ اس سلسلے میں نظم وضبط برقرار رکھا جائے اور ناچ گانے کی عوامی محفلیں منعقد کرنے کی اجازت نہ دی جائے تاہم عمارتوں، احاطوں اور چار دیواری کے اندر ناچ گانے کی محفلوں پر کوئی پابندی نہیں۔

(روزنامہ جسارت - کراچی، ۷ دسمبر ۱۹۸۳ء)

"ہلال احمر" کے نام کی آڑ میں ہفتۂ ہلال احمر کے سلسلے میں ایک پرائیویٹ اسکول میں مینا بازار کا اہتمام قریبی سینما میں ٹینٹ لگا کر کیا گیا۔ بچیوں سے ڈانس کرایا گیا اور فلمی گانے سنوائے گئے۔ بچیوں کی عمر ۱۲، ۱۵ سال کے اندر تھی۔ انہوں نے پنجابی کا ایک لچر گانا لہک لہک کر گایا۔

اس پروگرام کا ٹکٹ دو روپے تھا۔ بچے، بڑے، جوان اور بوڑھے سب اس میں شریک ہوئے۔ ہال میں نوجوان لڑکوں نے بے ہودہ حرکتیں کیں (جیسی کھیتی، ویسا پھل۔ اف۔ رمق)

شیخوپورہ میں طالبات پر احسان شیخوپورہ کے گرلز کالج میں مینا بازار کے نام پر مختلف پروگرام مرتب کیے گئے، جن میں وی۔ سی۔ آر فلموں کی نمائش، فیشن شو اور ڈانس کے پروگرام شامل تھے۔ شہریوں اور اسلامی حلقوں کی طرف سے شدید احتجاج کا اظہار کیا گیا۔

(روزنامہ نوائے وقت و جنگ۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء)

خوش آمدید ریٹائرڈ جنرل رحیم الدین نے تعلیم یافتہ لڑکیوں سے اپیل کی کہ وہ پی آئی اے میں بطور ایئر ہوسٹس شامل ہوں۔ پی۔ آئی۔ اے انہیں خوش آمدید کہے گی۔

(تقسیم اسناد کی تقریب سے خطاب۔ ۳۰ دسمبر ۸۳ء)

اب ۱۹۸۴ء ہم سے پوچھتا ہے کہ آیا واقعی تم نے بحیثیتِ قوم متذکرہ سارے اقدام اسلام کو فروغ دینے کے لیے پیش قدمی کے طور پر کئے ہیں؟

کیا اسلام ایسے ہی مشاغل کے فروغ کے لیے آیا تھا؟

کیا ان احوال پر اسلام کا لیبل چسپاں کیا جا سکتا ہے؟